خط میخی اور اس کا تاریخی جائزہ

محمد فاضل خان

خط میخی کو انگریزی زبان میں کیونیفارم (Cuneform) کہتے ہیں جو لاطینی الفاظ "کیونیس" (Cuneus) بمعنی میخ اور فارما (Forma) بمعنی شکل سے مرکب ہے۔ اس خط کو کیونیفارم کا نام آکسفورڈ یونیورسٹی میں عبرانی زبان کے پروفیسر مسٹر تھامس ہائیڈ (Mr. Thomas Hyde) نے ۱۷۰۰ء میں دیا۔ تاہم جرمن محقق (Hans Jensen) کے مطابق یہ خط جدید جاپانی زبان کے ماہر (Engelbert Kaempfer) (۱۷۱۶ء-۱۶۵۱ء) کی طرف منسوب ہے۔[۱]

دراصل اس خط کی ابجد کیلوں یا تیروں کے مشابہہ تھی اس نسبت سے عرب و عجم اور یورپ میں اسے مسماری، میخی، پیکانی، اسفینی، گنی فارم اور کیونیفارم کے نام دیئے گئے۔

خط میخی کے جو کتبے ورقہ، جمدۃ النصر، تل المغیرہ اور فارہ کے مقامات سے ملے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس خط کے نشانات اولاً دو ہزار تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ آغاز میں بعض اوقات ایک چیز کے لئے کئی کئی نشانات مقرر تھے جو رفتہ رفتہ کم ہوتے گئے۔ مثال کے طور پر بھیڑ کے لئے اکیس نقوش استعمال ہوتے تھے جو بعد ازاں گھٹ کر صرف ایک رہ گیا اسی طرح تمام نقوش کی تعداد آٹھ سو رہ گئی۔[۲] بے ستون کے کتبے کے فارسی حصے کے پڑھے جانے سے یہ حقیقت بھی طشت ازبام ہو گئی کہ داریوش کے عہد میں خط میخی کے حروف تہجی کی تعداد چالیس تھی۔[۳]

جیسا کہ ذکر کیا جا چکا ہے، شروع شروع میں نشانات کی تعداد بہت زیادہ تھی اس لئے بقول پروفیسر سیسی (Sayce) "خط میخی کا سیکھنا دشوار اور محنت طلب کام تھا اور اس کی مہارت کیلئے کئی سال درکار ہوتے تھے" تاہم بابلی علاقے میں اس خط کے جاننے والوں کی تعداد خاصی تھی۔ مزید برآں جس طرح رومن رسم الخط آجکل کئی زبانوں کے لئے استعمال کیا جاتا ہے اسی طرح زمانہ قدیم میں خط میخی معمولی ردوبدل کے ساتھ مختلف زبانیں بولنے والی قومیں استعمال کرتی تھیں۔ ان قوموں یا گروہوں میں حتی، سمیری، عکادی، بابلی،

ایلمی' پارسی اور آشوری خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔[۴] ہخامنشی بادشاہوں کی تحریریں خط میخی کے علاوہ چٹانوں' سکوں' برتنوں' ترازوؤں' نگینوں اور مختلف آلات پر کندہ ہیں۔[۵] اس عہد کے کتبے قدیم فارسی کے علاوہ عیلامی اور آشوری زبانوں میں بھی ہیں لیکن رسم الخط ان کا بھی میخی ہی ہے۔ پارسی خط میخی' بابلی' عیلامی اور آشوری خط میخی سے نسبتاً آسان ہے کیونکہ اس میں صرف بیالیس علامتیں تھیں جو میخ کی شکل کی ہیں برعکس دوسری زبانوں کے کہ جن کی علامتیں ان سے کئی گنا زیادہ ہیں۔[۶] یہ میخیں عمودی اور افقی دونوں صورتوں میں استعمال ہوتی تھیں۔[۷] ہیرو غلیفی کے برعکس یہ روزمرہ کی زبان تھی۔[۸]

سب سے پہلے جرمن عالم جی۔ ایف گروٹ فینڈ (G.F. Grotefend) نے ۱۸۰۲ء میں اس کے بعض اصول و قواعد اور چند نشانات کی آوازیں معلوم کیں۔[۹] اس محقق کے بعد ۱۸۶۷ء میں جرمن عالم اسپیگل (Spiegel) نے اس خط کی تفہیم کی مشکلات دور کیں اور اس کے ابجد اور صرف و نحو مرتب کی جس سے اس خط کا مطالعہ آسان ہو گیا۔

سمیری قوم کی تحریر دائیں سے بائیں طرف لکھی جاتی تھی جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے سب سے پہلے بابلی قوم نے بائیں سے دائیں طرف لکھنے کی طرح ڈالی۔[۱۰]

یہ ملحوظ خاطر رہے کہ دنیا کے دیگر قدیم تصویری رسم الخطوط کی طرح خط میخی کا آغاز بھی تصویروں سے ہوا اور آخری شکل و صورت تک پہنچنے کے لئے اس نے بھی مختلف منازل طے کیں۔ چنانچہ شروع شروع میں جن چیزوں کی تصویر بنائی جاتی تھی اس سے ان کا ظاہری مفہوم مراد لیا جاتا تھا بعد ازاں تصویروں سے وہ معنی بھی مراد لئے جانے لگے جو تصاویر کے دیکھنے سے ناظر کے ذہن میں پیدا ہوتے تھے گویا یہ مجازی تعبیرات تھیں۔[۱۱] حقیقی اور مجازی تعبیرات کا فرق مندرجہ ذیل شکل میں ملاحظہ ہو:

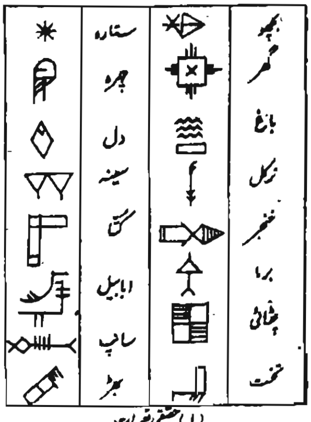

(۱) حقیقی تعبیرات

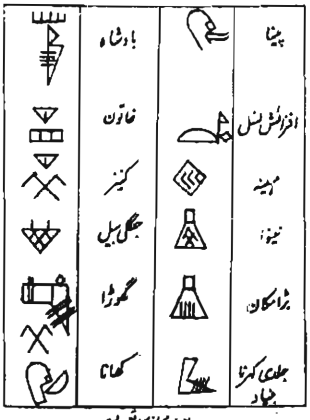

(۲) مجازی تعبیرات

تیسری منزل پر تصویروں کے نام رکھے گئے مثلاً ستارے کو آن' اور بیل کو الپو کہتے تھے۔ بعض اوقات ایک نشان کئی کئی آوازوں کے لئے استعمال ہوتا تھا مثلاً سمیری خط میں انسان کا چہرہ چار چیزوں چہرہ' بولنا' چلانا اور انسان کو ظاہر کرتا تھا اس طرح ایسے نشانات وجود میں آئے جنہیں "ہم آواز" کہتے ہیں۔

بعد ازاں رکنی علامات مقرر ہوئیں یعنی ان مرکب آوازوں کی علامات جو دو دو تین تین آوازوں کو ملانے سے بنتی تھیں اور اس کے ساتھ معاونی علامات کا اضافہ کیا گیا اور اس طرح خط میخی وجود میں آیا۔

خط میخی کی تخلیق اور ترقی میں سمیری' بابلی اور آشوری اقوام نے اہم کردار ادا کیا۔ شروع شروع میں جب انسان کے مشاغل کم تھے تو انسان پوری تصاویر بناتا تھا۔ بعد ازاں پوری تصویر کے کسی ایک اہم حصے پر اکتفا کیا گیا اور جب انسانی تمدن نے مزید ترقی کی اور انسان کی مصروفیت میں اضافہ ہوا تو تصاویر کی بجائے چند لکیروں پر اکتفا کیا۔[۱۲]

خط میخی کی ابجد درج ذیل ہے۔

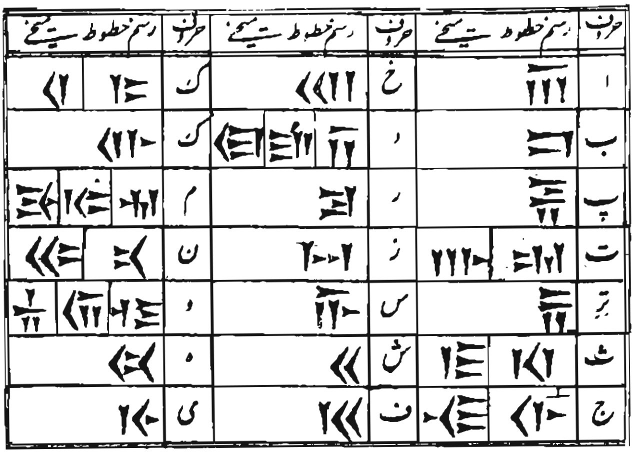

نمونہ خط سماری (دیکانی)

خط میخی کی تاریخ اور ماخذ

خط میخی دنیا کے قدیم ترین رسم الخطوط میں سے ایک ہے بلکہ بعض محققین کے نزدیک تو یہی قدیم ترین رسم الخط ہے اڑوک (Uruk) کے مقام پر ملنے والا چار مربع انچ کا سنگ سیاہ اس کے چھ ہزار سال قبل مسیح ہونے کی شہادت دیتا ہے۔ اسی طرح (Monuments Blau) کا کتبہ ۵ ہزار سال قبل مسیح کا بتایا گیا ہے

یہ کتبہ لندن کے عجائب گھر میں محفوظ ہے اس کا آخری دستیاب شدہ کتبہ سات سو سال قبل مسیح کا ہے۔[۱۳]

اس رسم الخط کی ایجاد اور ترقی کا سہرا وادی میسو پوٹیمیا کی قدیم، متمدن اور مہذب اقوام سمیری، بابلی اور آشوری کے سر ہے۔

خط میخی پانچ ہزار قبل مسیح سے چوتھی صدی عیسوی تک مروج رہا۔ بعض مورخین کے نزدیک تین ہزار قبل مسیح سے شروع ہوا اور سن عیسوی کے آغاز تک جاری رہا لیکن اس کے جاری رہنے کی کیفیت یہ تھی کہ یہ بابل نینوا، عراق ایران اور ایشیائے صغریٰ تک مروج تھا۔[۱۴]

اقوام کے عروج و زوال کے ابدی قانون کے مطابق سمیری، بابلی اور آشوری اقوام بھی صفحہ ہستی سے مٹ گئیں یہ شاندار قومیں جہاں آباد تھیں آج وہاں ان کے کھنڈرات بھی سیاحوں کو بڑی جستجو کے بعد ملتے ہیں نتیجتاً اس رسم الخط میں لکھے ہوئے کتبے اور علمی مخطوطے ہزاروں من مٹی میں دب گئے اور سینکڑوں برس بعد ماہرین آثار قدیمہ کی ان تھک کوشش سے بازیاب ہوئے۔

خط میخی کا سب سے پہلے اس وقت پتہ چلا جب وینس (اٹلی) کے ایک سیاح نے قدیم فارس کے دارالخلافہ (Persepolis) کے نزدیک اس خط میں کندہ عبارت دیکھی لیکن بعد میں کئی سو کتبے ملے جو آجکل عراق کے عجائب خانے میں محفوظ ہیں۔ ان کتبوں میں عراق اور قدیم بابل کے مکانوں کے بیع نامے اراضی کو لگان دینے کی اسناد بردہ فروشی سے متعلق تحریریں، شادی کے معاہدے، تنسیخ معاہدہ کی دستاویزات اور دیوانی معاملات کے فیصلے مٹی کی پختہ تختیوں یا الواح پر نقش ہیں۔ خط میخی کے آثار قدیمہ تخت جمشید، بے ستون ہمدان، شوش اور کرمان کے بادشاہوں کی قدیم عمارات سے ملے ہیں۔

اٹھارویں صدی عیسوی میں میخی رسم الخط کو پڑھنے کی کوششیں کی گئیں اس سلسلے میں انگلستان کے سر جان چارڈن (Sir John Chardin) اور ڈنمارک کے کارسٹن نیابیوہر (Carsten Niebuhr) نے تخت جمشید سے ملنے والے تین زبانوں میں لکھے ہوئے کتبوں کی عبارات صحیح صحیح نقل کر کے دور حاضر کے علماء کو پیش کیں۔

کوہ بے ستون (Rock of Behistun)

بے ستون ایک پہاڑ کا نام ہے جو کرمان شاہ سے چھ فرسنگ (غالباً ۱۸ میل یا ۲۷ کلومیٹر) کے فاصلے پر

واقع ہے۔ یہ وہی پہاڑ ہے جس میں فسانہ فرہاد کی صدائے بازگشت اب بھی سنائی دیتی ہے۔ "یاقوت" نے اسے بہتان لکھا ہے۔ یونانی مورخ اسے بغستان یعنی "خداؤں کا محل" لکھتے ہیں۔[15] مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ "ایران کے قدیم آثار میں ایک اثر بے ستون کے نام سے مشہور ہے اور داستان گوؤں نے اسے فرہاد و کوہ کن کی طرف منسوب کر دیا ہے۔ مگر دراصل یہ بے ستون نہیں ہے، بہ ستون ہے (بہستان یا باغستان) ہے۔فارسی قدیم میں باغ خدا یا دیوتا کو کہتے ہیں یعنی یہ مقام خداؤں کی جگہ ہے۔[16] اس پہاڑ کی چوٹی پر داریوش اعظم نے خط میخی میں عبارت کندہ کرائی جن چٹانوں پر عبارت کندہ ہے وہ کل نو تختیاں ہیں جن میں سے ہر ایک کی بلندی تین سو فٹ ہے۔ یہ نقوش اتنی بلندی پر کندہ کرانے کا مقصد اسے انسانی دست برد سے محفوظ رکھنا تھا اس لئے ان کی تکمیل کے بعد ان پر پہنچنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے ان کتبوں کو داریوش اعظم (۵۲۱ ق م۔ ۴۸۶ ق م) نے قدیم فارسی، ایلمی اور بابلی میں کندہ کرایا۔[17]

اس چٹان کو دریافت کرنے اور پڑھنے کا شرف میجر ہنری ریوالنسن (Major Henry Rawlinson) کو حاصل ہے۔ میجر رالنسن ایسٹ انڈیا کمپنی کے ملازم کی حیثیت سے ۱۸۳۳ء میں ایران گیا اسے زمانہ قدیم کے علوم و آثار (Lore) سے گہرا شغف تھا لہٰذا اس نے ۱۸۳۵ء میں بے ستون کو دیکھا لیکن قبل اس کے کہ وہ پہاڑ کی چٹان پر کندہ عبارت کو نقل کرتا، کمپنی نے اسے ہندوستان اور افغانستان میں فوجی خدمات سرانجام دینے کے لئے واپس بلا لیا۔ وہ ۱۸۴۳ء میں دوبارہ بے ستون کی پہاڑی پر گیا اور اس نے شروع شروع میں دوربین کی مدد سے چٹان پر کندہ عبارت کو نقل کرنے کی کوشش کی لیکن چٹان کے بالائی حصے پر کندہ عبارت کے حروف صاف نظر نہ آئے تو وہ اپنی جان کو خطرے میں ڈال کر کسی نہ کسی طرح پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا اور اس طرح کتبوں کی نقل حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔[18]

جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے کہ خط میخی کے پڑھنے کے سلسلے میں جرمن عالم جی۔ ایف۔ گروٹ فینڈ اور اسپیگل نے خاصی پیش رفت کی تھی لیکن میجر رالنسن ان کی کوششوں کے بارے میں بے خبر تھا۔ اسے قدیم فارسی اور دیگر ملتی جلتی زبانوں سے خاصی واقفیت تھی۔ اس نے سب سے پہلے قدیم فارسی میں لکھے ہوئے حصے کو پڑھا اس میں داریوش کی عظمت اور فتوحات کا حال درج ہے اور بادشاہ کے اہم فیصلے بھی درج ہیں۔

بابلی اور ایلمی زبان کو پڑھنے کا کام دیگر علماء کے سپرد کیا گیا۔ چنانچہ ویسٹر گارڈ (Wester-Gaard)

نورس (Noris) اور دوسرے لوگوں نے اس کے دوسرے خط "ا یلمی" کو پڑھنے میں کامیاب ہو گئے مگر بابلی حصے نے علماء کو عاجز کر دیا لیکن کچھ عرصے بعد میجر رالنسن بابلی زبان کو پڑھنے میں کامیاب ہو گیا۔

عبارت کوہ بے ستون (Rock of Behistun)

بے ستون پر ایک ابھری ہوئی تصویر نقش ہے جس میں باغی اور نعلی بردیا یعنی گلو ماتا مع دکھائے گئے ہیں۔ داریوش کھڑا ہے اور اس کے سر پر ہر فرد کا سایہ ہے۔ داریوش نے آہورا مزدا کی تقدیس کے لئے اپنا دایاں ہاتھ اٹھایا ہوا ہے۔ اس کا بایاں پاؤں گاؤ ماتا کے سینے پر ہے جو چت لیٹا ہوا ہے۔ داریوش کے عقب میں دو پاسباں ہیں۔ باغیوں کے ہاتھ بندھے ہیں اور ایک دوسرے کے پیچھے قطار میں کھڑے ہیں۔ یہاں دو کتبے ہیں جن میں باغیوں کا تعارف کرایا گیا ہے۔

> بے ستون پہاڑ پر متعدد کتبے ہیں ان میں سے بعض کے مضامین درج ہیں۔ "میں داریوش، شاہ بزرگ، شاہ شاہاں، شاہ ممالک، گشتاسپ کا بیٹا ہوں اور سام ہخامنشی کا پوتا ہوں۔"
>
> "... یہ ممالک جو میرے زیر نگیں ہیں، آہورا مزدا کی عنایت سے میں ان کا بادشاہ ہوں۔ ممالک یہ ہیں : پارس، خوزستان، بابل، آسور، مصر، جزائر دریا، سپرد (لیڈیا)، یونیہ (یونان)، ماد، ارمن کا یا دوکیا، پارت (خراسان)، زدنگ (سیستان)، ہرات خوارزم، باختر، سغد، گندار، سکائیا، ش۔ ت گوش رخج (کابل) کیا"
>
> "ان ممالک میں جو شخص دوست تھا اسے میں نے نوازا۔ جو دشمن تھا اسے کیفر کردار کو پہنچایا۔ آہورا مزدا کی عنایت سے ان ممالک میں میرے قوانین نافذ ہیں۔ میں جو حکم دیتا ہوں وہ بجالاتے ہیں۔"
>
> "اس وجہ سے آہورا مزدا نے میری مدد کی اور دوسرے خداؤں نے بھی کہ میں اور میرا خاندان نہ دشمن ہے، نہ دروغ گو، نہ بے انصاف۔ میں نے حق و انصاف کے ساتھ حکومت کی، نہ کسی شخص کو آزردہ کیا، نہ کسی ضعیف کو ستایا، وہ شخص جس نے میرے خاندان کی حمایت کی، وہ میری حمایت میں آ گیا۔"[19]

نکلسن نے انگریزی زبان میں کوہ بے ستون پر کندہ عبارت نقل کی ہے، اس کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

> "بادشاہ داریوش کہتا ہے ایک شخص گاؤ ماتا جو مجوشی تھا۔ (A Magian, Gaumata) پیسوداوا (Pisiyauvada) کے علاقے میں آرکاؤرس (Arakadris) کے پہاڑ سے اٹھا۔ یہ ماہ

دیا خانہ (Viyakhana) کی چودہ تاریخ کا واقعہ ہے۔ اس نے لوگوں کو دھوکا دیا اور کہا کہ میں کوروش اعظم (Curus) کا بیٹا اور کمبوجیہ بردیا (Cambyses Bardiya) کا بھائی ہوں۔ (دراصل اس کی شکل گاؤ ماتا کی شکل بردیا سے ملتی جلتی تھی) اس پر تمام لوگوں نے کمبوجیہ کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا اور اسی طرح وہ پرشیا' میڈیا اور دیگر صوبوں کا حکمران بن بیٹھا۔ گاؤ ماتا نے ماہ گارما پادا (Garmapada) کی نویں تاریخ کو (کمبوجیہ سے) تخت چھین لیا۔ اس پر کمبوجیہ نے خودکشی کر لی۔

داریوش کہتا ہے کہ گاؤماتا نے جو تخت کمبوجیہ سے چھینا تھا وہ قدیم سے ہمارے خاندان کا تھا۔

بادشاہ داریوش کہتا ہے کہ گاؤماتا نے کمبوجیہ سے جو علاقے چھین لئے۔ ہرشیا میڈیا حتیٰ کہ ہمارے خاندان میں کوئی ایسا فرد نہیں تھا جو گاؤ ماتا سے وہ سلطنت واپس لیتا۔ اس (گاؤ ماتا) سے لوگ ڈرتے تھے کیونکہ اس نے ہر اس شخص کو قتل کرا دیا تھا جس کے متعلق اس کو شبہ ہوتا تھا کہ وہ اصل بردیا کے حال سے آگاہ ہے مبادا وہ مجھے پہچان لے کہ میں کوروش کا بیٹا بردیا نہیں ہوں لیکن میں تھا جس نے اس کے خلاف قدم اٹھایا میں نے آہورا مزدا سے مدد کے لئے التجا کی اور آہورا مزدا نے میری مدد کی اور میں نے گاؤ ماتا اور اس کے قریب ترین ساتھیوں کو تہہ تیغ کیا اور یہ میں نے باغیادش (Bagayadish) کے ماہ کی دسویں تاریخ کو کیا میں نے گاؤ ماتا کو نکیا (Nicaya) کے ضلع میں واقع سکاتھا ؤوتش (Cikathauvatish) نامی قلعہ میں قتل کیا۔ میں نے اس سے سلطنت واپس لی اور آہورا مزدا کی عنایت سے میں بادشاہ بنا اور آہورا مزدا ہی نے مجھے سلطنت دی۔

بادشاہ داریوش کہتا ہے کہ ہمارے خاندان سے جو سلطنت چھینی گئی تھی میں نے بحال کی۔ جن لوگوں سے گاؤ ماتا نے عبادت گاہیں' منڈیاں' ریوڑ اور گھر چھینے تھے میں نے انہیں ہر ایک چیز واپس کی اور لوگوں کو ہرشیا' میڈیا اور دیگر صوبوں میں آباد کیا میں نے یہ سب کچھ آہورا مزدا کی مدد سے کیا میں نے اس وقت تک اپنی کوشش جاری رکھی جب تک میں نے اپنے خاندان کی حیثیت بحال نہ کر لی اور انہیں سب کچھ نہیں دلایا اور گاؤ ماتا نے جس (ملک) کو غصب کیا آہورا مزدا کی مدد سے واپس لیا۔

داریوش کہتا ہے "جب میں بادشاہ بن گیا تو یہ سب کچھ میں نے کیا۔"[۲۰]

ایوان صد ستون

تخت جمشید پر آخری وسیع و عریض آثار خشیارشا کے ایوان کے ہیں۔ ایوان مربع شکل کا ہے جس کا طول و عرض ۲۲۵ فٹ ہے۔ اس کی وسیع و عریض دروازے کے بالائی کے بالائی حصے پر تین زبانوں قدیم فارسی، میلامی، اور آشوری میں کتبے کندہ کئے گئے ہیں۔ جن کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"میں خشیار شاہ ہوں، بادشاہ اعظم، شاہ شاہاں، مختلف زبانیں بولنے والی اقوام کا بادشاہ، فرزند داریوش ہخامنشی میں نے آھورا مزدا کی عنایت سے یہ ایوان بنایا ہے جس میں تمام اقوام کے نمائندوں کی تصویریں ہیں۔"[۲۱]

تخت جمشید میں مزید کتبے بھی ملے ہیں جن کے مضامین درج ذیل ہیں۔

داریوش کہتا ہے آھورا مزدا مع دوسرے خداؤں کے میری مدد کرے۔ آھورا مزدا اس مملکت کو دشمن، قحط، اور جھوٹ سے محفوظ رکھے۔ کوئی بدخواہ دشمن، خشک سالی اور جھوٹ اس مملکت میں نہ آنے پائے۔ یہ عنایت میں آھورا مزدا اور دوسرے خداؤں سے مانگتا ہوں، بادشاہت مجھے آھورا مزدا اور دوسرے خداؤں نے دی ہے۔

اردشیر کا کتبہ

"خدائے بزرگ و برتر آھورا مزدا ہے جس نے یہ زمین بنائی جس نے آسمان بنایا جس نے انسان پیدا کئے ان کے لئے خوشیاں مہیا کیں، مجھ کو کہ میں اردشیر سوم ہوں، بادشاہ بنایا، میں سب بادشاہوں میں یکتا ہوں۔"[۲۲]

ان کے علاوہ شوش، کرمان، الونہ اور ہمدان میں بھی کچھ کتبے ملے ہیں جن کا مضمون بھی کم و بیش وہی ہے جو بے ستون اور تخت جمشید کے کتبوں کے ہیں جن کی تفصیل پروفیسر مقبول بیگ بدخشانی کی گراں قدر تصنیف "تاریخ ایران" میں دیکھی جا سکتی ہے۔

میخی زبان کا سب سے بڑا ثبوت اور خزانہ آشور بانی پال کے کتب خانے کی بائیس ہزار تختیاں ہیں جو آج بھی لندن کے عجائب گھر کی زینت ہیں یہ تختیاں سر آگسٹس ہنری لے یرڈ (A. H. Layard) کو ۱۸۵۲ء میں نینوا کے کھنڈرات کی کھدائی میں ملیں۔ یہ تختیاں خط میخی میں لکھی گئی قانون، لغت، صرف و نحو، ادب، نجوم، عقائد اور تعویذ کی کتابوں کا مجموعہ ہیں۔

جرمن عالم اسپیگل نے ۱۸۹۰ء میں ان کتابوں سے استفادہ کیا اور بعد میں میخی زبان کی ابجد مرتب

گیں۔[۲۳] ان میں سے بعض بابلی اور سمیری زبان کی لغات تھیں جن کے الفاظ کے معنی آشوری خط میں لکھے گئے تھے۔[۲۴]

قدیم فارسی رسم الخط

اہل فارس نے سات سو سال قبل مسیح میں آشوری قوم کو شکست دی اور ان کے علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ اہل فارس کی قدیم زبان ژنداوستا (Zeno-Avesta) اور پہلوی ہے۔ داریوش اعظم کے زمانہ سے دربار کی زبان قدیم فارسی تھی جو سنسکرت اور یونانی زبانوں کے خاندان سے تعلق رکھتی تھی مثال کے طور پر

Old Persian	Sanskrit	Greek	Latin	German	English
PITAR	PITAR	PATER	PATER	VATER	FATHER
NAMA	NAMA	ONOMA	NOMEN	NAHME	NAME
NAPAT (Grandson)	NAPAT	ANEPSIOS	NEPOS	NEFFE	NEPHEW
BAR	BHRI	FAREIN	FERRE	FUHREN	BEAR
MATAR	MATAR	METER	MATER	MUITER	MOTHER

لیکن جہاں تک رسم الخط کا تعلق ہے قدیم اہل فارس نے خط میخی کو اپنایا۔[۲۵]

پروفیسر آپرٹ (Prof. Oppert) کے مطابق ایرانی لوگوں نے آشوری رسم الخط سے چند نشانات لئے پھر انہیں آشوری ناموں کی بجائے فارسی نام دیئے لیکن یہ خیال صحیح نہیں کیونکہ قدیم فارسی نے اپنا پورا رسم الخط آشوریوں سے لیا اس لئے سمیری' بابلی' عیلامی' آشوری اور قدیم فارسی زبانوں کا رسم الخط میخی ہی تھا۔ تاہم یہ فرق ضرور ہے کہ قدیم فارسی کا رسم الخط مذکورہ صدر باقی تمام زبانوں کے رسم الخطوط سے نسبتاً آسان ہے کیونکہ اس میں علامتوں کی تعداد صرف بیالیس ہے۔[۲۶] بلکہ بے ستون کے کتبہ کے فارسی حصہ کے پڑھے جانے سے تو قدیم فارسی کے ابجد کی تعداد صرف چالیس بنتی ہے۔[۲۷]

قدیم فارسی کے میخی رسم الخط کا زمانہ بھی مشکوک ہے بعض اسے کوروش اعظم (Cyrus) (۵۵۰-۵۲۹ ق- م) اور بعض داریوش اعظم (۵۲۱-۴۸۶ ق- م) کا زمانہ بتاتے ہیں بہرحال داریوش اور اس کے بعد کے

زمانے کے کتبے اس بات کی وضاحت کرتے ہیں کہ قدیم فارسی کا رسم الخط داریوش اعظم کے زمانے میں مروج تھا۔[۲۸]

حوالہ جات

۱۔ محمود علی خان، ماہر، علم الحروف یا تحقیقات ماہر، دہلی، ت۔ن، ص ۴۰

۲۔ محمد اسحاق صدیقی، فن تحریر کی تاریخ، علی گڑھ، انجمن ترقی اردو، ۱۹۶۲ء، ص ۶۱۔

۳۔ جانسن، ایلمر۔ ڈی، دی کمیونیکیشن، نیو جرسی، ۱۹۷۳ء، ص ۱۷

۴۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری، خط اور خطاطی، کراچی، اکیڈمی آف ایجوکیشنل ریسرچ، ۱۹۶۱ء، ص ۳۰۔

۵۔ محمود علی خان، ماہر، بحوالہ سابقہ، ص ۴۱۔

۶۔ ڈی۔ این، مارشل، ہسٹری آف لائبریریز: اشنشٹ اینڈ مڈیول، نیو دہلی، ۱۹۸۳ء، ص ۲۴۔

۷۔ مقبول بیگ بدخشانی، تاریخ ایران، لاہور، مجلس ترقی ادب، ۱۹۶۷ء، ص ۲۱۵۔

۸۔ ایلس ڈائن، رائیڈر، اے ہسٹری آف بکس اینڈ لائبریریز، نیو جرسی، ۱۹۶۸ء، ص ۱۰۔

۹۔ محمد اسحاق صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۵۸۔

۱۰۔ ویل، ڈیورنٹ، دی سٹوری آف سولائزیشن، نیویارک، ۱۹۵۴ء، جلد اول، ص ۱۳۱۔

۱۱۔ محمد اسحاق صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۶۷۔

۱۲۔ محمود علی خان، ماہر، بحوالہ سابقہ

۱۳۔ ڈی۔ این، مارشل، بحوالہ سابقہ، ص ۲۴۔

۱۴۔ شیخ ممتاز حسین جونپوری، بحوالہ سابقہ، ص ۲۱۔

۱۵۔ مقبول بیگ بدخشانی، بحوالہ سابقہ، ص ۲۰۴۔

۱۶۔ ابو الکلام آزاد، غبار خاطر، لاہور، کتاب خانہ، ت۔ن، ص ۲۹۔

۱۷۔ محمد اسحاق صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ص ۵۸، ۵۹

۱۸۔ ایضاً، ص ۵۹۔

۱۹۔ مقبول بیگ بدخشانی، بحوالہ سابقہ، ص ص ۲۰۴، ۲۰۵۔
۲۰۔ ایڈورڈ جی براؤن، اے لٹریری ہسٹری آف پرشیا، کیمبرج، جلد اول، ۱۹۵۶ء، ص ص ۳۱، ۳۲،
۲۱۔ مقبول بیگ بدخشانی، بحوالہ سابقہ، ص ۲۰۸۔
۲۲۔ ایضاً، ص ص ۲۰۹، ۲۱۰۔
۲۳۔ محمود علی خان ماہر، بحوالہ سابقہ، ص ۴۳۔
۲۴۔ محمد اسحاق صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۵۹۔
۲۵۔ ویل ڈیورنٹ، بحوالہ سابقہ، ص ص ۳۵۶، ۳۵۷۔
۲۶۔ مقبول بیگ بدخشانی، بحوالہ سابقہ، ص ۲۱۵۔
۲۷۔ ایلمر۔ڈی جانسن، بحوالہ سابقہ، ص ۱۷۔
۲۸۔ محمد اسحاق صدیقی، بحوالہ سابقہ، ص ۷۷۔

Special Issue
on
Shaheed-i-Millat

PAKISTAN JOURNAL OF HISTORY AND CULTURE

Vol. XVI No. 2A. December 1995

Articles

Liaquat Ali Khan: An Appraisal — 1
M. Rafique Afzal

Begum Ra'na Liaquat Ali Khan — 27
Farah Gul Baqai

Role of Religious Traditions in the Process of Modernization — 39
Miss K.F. Yusuf

Democratic Transition in Pakistan: Challenges and Opportunities — 57
Saeed Shafqat

Muslim Reaction to Hindu Dominance in Trade and Industry — 77
Naureen Talha

Pakistan and the Middle East (1971-1977) — 93
Syed M.H. Shah

Punjab Under Montagu-Chelmsford Reforms (1920-1935) — 111
Muhammad Asif Ali Rizvi

Book Review

The Nation That Lost Its' Soul — 133
Sadia Aftab